بنو ہاشم کی اکلوتی شہزادی

سیدہ امّ مزّ ملہ بتول

یُولِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُولِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْل کے قانونِ ربانی کے تحت میری عظیم ماں کو مجھ سے جدا ہوئے ایک برس گزر گیا۔ اوراس برس کی کون سی ساعت ایسی ہوگی جب اُن کی جدائی نے تڑپایا نہ ہوگا، ہر لمحہ ان کی شفقتوں سے محرومی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ میری حقیقی ماں نہ تھیں اس کے علاوہ میرا سب کچھ وہی تھیں، وہ میری مربّیہ، مصلحہ، محسنہ، معلّمہ اور نجانے میں کن کن رشتوں سے اُن کے قریب تھی۔ ابھی تو میں اس چشمہ علم وعرفان سے سیراب بھی نہ ہو پائی تھی کہ وہ مصائب وآلام کے اس لق ودق صحرا میں مجھے تشنہ لب چھوڑ کر مقامِ عدم میں جا بسیں۔

میں جب بھی پھوپھو جی کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ کرتی تو اپنی کم علمی وکم فہمی کا احساس دامن گیر ہوتا۔ میں ''نالائق'' اُن کی عظمت ورفعت کیسے بیان کر پاؤں گی۔ میری تو لفظوں سے شناسائی انہی کی مرہونِ منت تھی۔ میں نے تو قلم پکڑنا اُنہی سے سیکھا تھا، یہ کوئی مربوط تحریر یا باقاعدہ مضمون نہیں ہے بس یہ میرے اندر کی اداسیوں نے لفظوں کا روپ دھار لیا ہے۔

پھوپھو جی کو یاد کر کے لگتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کی کوئی خاتون تھیں جو ہمارے درمیان رہ رہی تھیں۔ سفید ململ کا دوپٹہ اوڑھے، نورانی چہرے والی پھوپھو جی اپنے قول وفعل میں عام عورتوں سے ممتاز تھیں، کامل ایمان، تقویٰ اور توکل علی اللہ کا جو عملی مظاہرہ انہوں نے کیا اس کی مثال ناپید ہے۔ اپنے باپ کے گھر شہزادیوں والی زندگی گزارنے کے باوجود بقدرِ کفاف یہ کبھی شکوہ کناں نہ ہوئیں، ہر حال میں کمالِ استقامت کا مظاہرہ کیا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ میں نے ان کو کبھی لغو اور لایعنی گفتگو کرتے نہیں دیکھا حتیٰ الوسع غیبت سے اجتناب کرتیں۔ دنیا کبھی بھی اُن کی ترجیح نہیں رہی، ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی ختمِ نبوّت اور دین کے لیے قبول کرلے۔ دین کے معاملے میں کسی رشتے اور برادری کے اصول پہ کوئی سمجھوتا نہ کرتیں، کسی تعلق یا رشتہ کے لحاظ میں خاموش نہ ہوتیں، حق بات کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتی تھیں۔ اُنہوں نے اپنی ساری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ کی رضا کو بندوں کی رضا پہ مقدم رکھا اور ''لا یخافون لومۃ لائم'' پہ عمل کرتے ہوئے شرعی احکام پہ عمل پیرا رہیں۔

معمولی معمولی بات میں بھی سنت کا خوب اہتمام کرتی تھیں اکثر ملاقات کے لیے آنے والی خواتین واپسی پہ سلام کی بجائے ''اللہ حافظ'' اور ''خدا حافظ'' کہہ دیتیں تو فوراً اُنہیں پیار سے سنت اور رواج کا فرق سمجھاتیں کہ یہ یہود کی تہذیب ہم پہ مسلط کی گئی ہے۔ یہ انگریزوں کے ''گڈ بائے'' کی جگہ ''خدا حافظ'' ایجاد کیا گیا ہے، یہ دعائیہ کلمہ ضرور ہے مگر

اس کے کہنے سے ثواب نہیں ہے جبکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے میں ثواب ہے۔ فرماتیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمی یہ تعلیم دی ہے تو ہم فرنگیوں کے محتاج کیوں بنیں۔

اسی طرح کام کاج کرتے ہوئے یا کوئی چیز پکڑتے، پکڑاتے وقت دائیں ہاتھ کے استعمال کا خوب خیال رکھتی تھیں، اکثر بچوں کو کپڑے یا جوتا پہناتے ہوئے مجھ سے بھول ہو جاتی تو فوراً مشفقانہ لہجہ میں ٹوک دیتیں کہ بیٹی! آج تم اس چیز کا اہتمام کرو گی تو کل کو یہی سنت ان بچوں کی عادت بنے گی۔ حقیقت یہ ہے میں نے دین پڑھا تو کتابوں میں مگر دین سیکھا پھوپھو جی سے ہے۔ وہ ہم بہن بھائیوں کو اولاد سے بڑھ کر چاہتی تھیں کہ یہ میرے باپ کی نسل ہے۔

ہماری ہر خوشی کی ابتدا وانتہا کا مرکز ومحور پھوپھو جی کی ذات تھی۔ مجھے یاد ہے کہ نورانی قاعدہ اور پارہ عمّ ناظرہ تو میں نے پھوپھو جی سے ہی پڑھا تھا۔ جب بھی میرا کوئی پارہ ختم ہوتا تو اپنے پاس سے ٹافیوں کا پیکٹ منگوا کر دیتیں کہ جاؤ سب پڑھنے والی بچیوں میں تقسیم کر کے آؤ۔ حفظِ قرآن کریم کا موقع ہوتا یا حدیث شریف کی کوئی کتاب ختم ہوتی تو سب سے پہلے آ کر میں پھوپھو جی کو بتاتی تو والہانہ انداز میں گلے لگا کر خوب پیار کرتیں، آبدیدہ ہو جاتیں اور اس سعادت حاصل کر لینے پہ ڈھیروں مبارکباد اور دعاؤں سے نوازتیں اور فرماتیں کہ تمھارے دین پڑھنے سے میرے باپ کی روح خوش ہوتی ہوگی۔ ساتھ ہی کوئی سوٹ یا پیسے بطورِ انعام ضرور دیتیں اور سچ یہ ہے کہ مجھے اس ہدیے کا انتظار ہوتا تھا، یہ میرے لیے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر ہوتا تھا۔

بچپن سے لے کر وفات تک میرے ساتھ تو اُن کی شفقتوں اور محبت کا انداز ہی نرالا تھا۔ مجھ سے اُنہیں خاص اُنس اور لگاؤ تھا۔ موسمی پھل ہوتا یا کوئی اور نعمت میرا حصہ نکال کہ الگ کر لیتیں اور مجھے بلوا کر خود دیتیں۔ جب بھی میں ان کا کوئی کام کرتی تو جواباً ''جزاکِ اللہ'' کہتے ہوئے بہت ممنونیت کا اظہار کرتیں اور اکثر یہ دعا دیا کرتی تھیں:

''اللہ راضی ہووے''

اب میں غور کرتی ہوں کہ چھوٹے سے کام پہ اتنی بڑی اور انمول دعا۔

اُن کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اُن کی دعاؤں اور برکتوں سے محرومی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ صبح سے شام تک ہر لمحہ، ہر موقع پر اُن کے جملوں اور باتوں کی بازگشت کانوں سے ٹکراتی ہے۔ دن میں کئی بار کام کرتے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اُنھوں نے مجھے آواز دی ہو میں چونک کر اُن کے بستر کی طرف دیکھتی ہوں تو نگاہیں مایوس اور خالی لوٹتی ہیں۔ دل ہے کہ اُن کے جانے کو مانتا ہی نہیں۔ جی چاہتا ہے کہ وہ لوٹ آئیں اور کہیں ''یہاں میرے پاس آ کر مجھے ملو۔''

پھوپھو جی! پورا سال ہو گیا ہے آپ نے مجھے آواز نہیں دی۔ مجھے کوئی کام نہیں کہا حالانکہ آپ تو عائشہ، کاشف، راشد (پڑھنے والے بچے) کی موجودگی میں بھی مجھ سے کام کرانے کو ترجیح دیتی تھیں مجھے پتہ تھا کہ آپ کے کام تو کوئی بھی کر دیتا تھا۔ مگر آپ کا جی چاہتا تھا کہ میں آپ کے پاس رہوں۔ آپ کہا کرتی تھیں کہ میری چٹیا تم ہی باندھا کرو، میرے بال ذرا چھوٹے ہیں تو

تم ذرا کس کہ چٹیا باندھتی ہو تو اچھی طرح سمٹ جاتے ہیں۔ پورا سال ہوگیا ہے آپ نے مجھ سے تیل ہی نہیں لگوایا۔

پھوپھو جی! آپ کے عطاء المکرم، عطاء المنعم بھی آپ کے لیے بہت اداس ہیں۔ عطاء المکرم کہتا ہے کہ امّی:

’’برآمدے سے گزرتے ہوئے اکثر لگتا ہے کہ دادی اماں ابھی بھی اپنی چارپائی پہ بیٹھی ہیں۔‘‘

کچھ دن پہلے کی ہی بات ہے رات کو کہنے لگا امّی آج مغرب کے وقت میں گیلری سے گزر رہا تھا کہ مجھے لگا کہ دادی اماں نے مجھے آواز دی ہے۔ میں حیران ہوا کہ وہ تو اللہ میاں کے پاس ہیں، پھر میں نے کہا ایک بار دیکھوں تو سہی شاید وہ واپس آگئی ہوں لیکن وہ نہیں تھیں۔

پھوپھو جی! جب میں سعودیہ جاتی تو آپ میری امّی سے زیادہ میرے لیے اداس ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس بھی جاتی تو آپ متفکر ہو کر بڑی آپا کو کہہ کر فون کرواتیں اور پوچھتی تھیں کہ کتنی دیر تک گھر آنا ہے؟

پھوپھو جی! میں اس قابل کہاں تھی؟ یہ محض آپ کی شفقت اور عنایت ہی تھی کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی آپ نے مجھے اپنی خدمت کا موقع دیا۔ مجھے ان سعادتوں کا حق دار بنایا۔ پھوپھو جی! میں تو اللہ کے بعد آپ کی دعاؤں اور برکتوں کے سہارے جی رہی تھی۔ آپ کے ایمان اور صبر کو دیکھ کے تو مجھ میں جینے کا حوصلہ ہوا تھا۔ آپ نے تو مجھے دنیا والوں کی باتوں سے بچا کے اپنی بانہوں میں چھپایا ہوا تھا۔ آپ نے تو میرے سارے دُکھ، درد چُن لیے تھے۔ آپ نے اتنی جلدی سفرِ آخرت کی تیاری کر لی مجھے تو سنبھلنے اور کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ دیا، میں تو اس اُمید پہ پانی کا ہر چمچ آپ کے منہ میں ڈالتی کہ ابھی چند لمحوں میں آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔ میں تو آپ کے کلمہ واستغفار اور دعائیں پڑھنے کو روز کا معمول سمجھی تھی، مجھے تو اپنی کوتاہیوں پہ آپ سے معافی مانگنے کا موقع بھی نہ ملا۔ میں تو سمجھی کہ آج آپ نے صبح سے عطاء المکرم، عطاء المنعم کو پیار نہیں کیا اس لیے اس وقت پیار کر رہی ہیں۔ کیا خبر تھی کہ یہ آپ کا اُن کو آخری پیار تھا۔ آپ کے وجود سے تو اُن کو باپ کی خوشبو ملتی تھی، آپ کے جانے سے آپ کے باغ کی یہ ننھی کونپلیں مُرجھا سی گئی ہیں۔ آپ کے یہ ختمِ نبوّت کے مجاہد مجھ سے موت وحیات کے فلسفے سمجھنے میں لگے رہتے ہیں۔

پھوپھو جی! مجھے یقین ہے کہ آپ تو جنّت کے باغوں میں اماں عائشہؓ اور سیدۃ نساء اہل الجنّۃ کے ہمراہ تختوں پر آرام فرما ہوں گی۔ آپ کے ننھیال بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ کمی اور محرومی تو میرا مقدر ٹھہری۔

پھوپھو جی ہمیشہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کسی زائر کے ہاتھ سلام بھیجتیں تو یوں فرماتیں:

’’جا کے عرض کرنا آپ کے غلام کی بیٹی آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہے۔‘‘

تو آج آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام زادی خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوگئیں تھیں۔ آج بنو ہاشم کی اکلوتی شہزادی رخصت ہوگئی تھی۔

پھوپھو جی! اللہ آپ سے راضی ہو اور آپ کی مرقد پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں۔